حدیث ابوبکرہؓ کی اسنادی حیثیت

گذشتہ سے پیوستہ

پروفیسر قاضی مقبول احمد

بعض اعتراضات وہ ہیں جو حدیث کے راویوں پر انفرادی طور پر ان کی ذات پر کئے گئے ہیں تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ معترضین حضرات نے اس ضمن میں امام بخاری کو کیسے صاف کر دیا ہے۔ ان پر تنقید اور جرح نہیں کی۔ ان کے متعلق یہ نہیں بتایا کہ اس کی علمی حیثیت بڑی سطحی تھی۔ اسے یہ بھی علم نہ تھا کہ بکری کا دودھ پینے سے حرمت رضاع ثابت نہیں ہوتی۔ (ا) اس لئے ساری بخاری ہی دریا برد کرنے کے لائق ہے کہ اس کا مصنف (خاکم بدھن) بڑا نالائق ہے نامعلوم ان حضرات نے امام بخاری کو کیوں معاف کر دیا ہے جب کہ صحابی رسول حضرت ابوبکرہؓ پر سخت رکیک حملے کرنے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہ کی۔ سارا زور بیان ان کو فاسق قرار دینے پر صرف کر دیا۔ روافض اور غالی شیعہ اگر ایسی بات کہتے تو کچھ تعجب نہ تھا کہ ان کے نزدیک صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی اکثریت ایسی ہی تھی مگر اب جبکہ بعض اہل سنت اہل علم نے بھی ایک صحابی کو محض اس لئے فاسق قرار دے دیا ہے کہ اس نے ایک ایسی روایت بیان کی جو ان کی خواہشات اور تمناؤں کے خلاف تھی تو اب روافض کے خلاف کہنے کو باقی کیا رہ گیا ہے۔

(ا) امام بخاریؒ کے متعلق سب سے پہلے شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسیؒ نے مبسوط میں یہ بات کہی کہ وہ بکری یا گائے کا دودھ پینے والے لڑکی اور لڑکے میں حرمت رضاع کا فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام سرخسی مبسوط (جزء ۳ ص ۲۹۷ باب تفسیر لبن الفحل) میں فرماتے ہیں کہ بکری یا گائے کا دودھ پینے سے رضائی حرمت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کا تعلق نسب سے بھی ہے اور انسانوں اور جانوروں میں چونکہ نسبی تعلق نہیں ہوتا اس لئے گائے یا بکری کے دودھ سے حرمت ثابت نہیں۔ اس بیان کے بعد آپ فرماتے ہیں:

وکان محمد بن اسمعیل البخاری صاحب التاریخ رضی اللہ عنہ یقول تثبت الحرمۃ وھذہ المسئلۃ کانت سبب اخراجہ من بخاری فی زمن ابی حفص الکبیر رحمہ اللہ وجعل یفتی

فنهاہ ابو حفص رحمتہ اللہ وقال لست باھل لہ فلم ینتہ حتی سئل عن ھذہ المسئلتہ فافتی بالحرمتہ فاجتمع الناس واخرجوہ

"تاریخ کے مصنف محمد بن اسماعیل البخاری رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ اس سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور اسی بناء پر انہیں بخاری سے نکالا گیا۔ ابو حفص کبیر کے زمانے میں آپ بخارئی آئے اور فتوے دینا شروع کئے۔ ابو حفص نے آپ کو منع کیا اور فرمایا تم اس کے اہل نہیں ہو۔ لیکن آپ باز نہ آئے حتی کہ ان سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے حرمت کا فتویٰ دیا۔ لوگ جمع ہوئے اور آپ کو بخارئی سے نکال دیا۔"

امام سرخسیؒ کے بعد متعدد علماء احناف جھوٹ اور کذب بیانی کے اس پلندہ کو لے اڑے اور انہوں نے خوب مزے لے لے کر اس کی تشہیر کی۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنویؒ الفوائد البہیہ میں ابو حفص کبیر کے ذکر کے ضمن میں مبسوط کی بیان کردہ کہانی لکھنے کے بعد فرماتے ہیں:

حکایتہ مشہورۃ فی کتب اصحابنا ذکرھا ایضا صاحب العنایتہ وغیرہ من شراح الھدایہ

ہمارے علماء کی کتب میں یہ کہانی بڑی مشہور ہے۔ ہدایہ کے شارحین جن میں عنایتہ کے مصنف بھی ہیں اس کو بیان کیا ہے۔

اس بہتان اور افتراء کی وجہ وہ قلبی بغض اور کینہ ہے جو بالعموم تمام مقلدین اور خصوصاً ائمہ احناف کو امام بخاریؒ سے ہے۔ امام بخاریؒ کی علمی ہیبت کے سامنے اگرچہ یہ حضرات عموماً منقار زیر پر رہتے ہیں لیکن وما تخفی صدورھم اکبر کے مصداق موقع ملنے پر اپنی نفرت اور بغض کا اظہار کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔ ابو حفص کبیرؒ حنفی سے لے کر آج تک ائمہ احناف امام بخاریؒ سے نالاں ہیں۔ ابو حفص کبیر نے امام موصوف کی زندگی میں ان پر اپنے غصے کا اظہار فرمایا۔ سرخسی نے اس بہتان کو ہوا دی اور شارحین ہدایہ وغیرہ علماء نے اس کی تشہیر کی۔ بدرالدین عینی نے امام بخاری کی علمی ساکھ کو متاثر کرنے کی ناکام کوشش فرمائی۔ ماضی قریب میں برصغیر پاک و ہند کے جید اور بزرگ حنفی عالم دین مولانا انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ساری عمر بخاری کا درس دیتے ہوئے آخری عمر میں اپنی قلبی کیفیات کا اظہار کر دیا۔ آپ نے ایک موقع پر (مقدمہ انوار الباری) فرمایا تھا کہ ساری عمر بخاری کا بڑا ادب اور لحاظ کیا ہے مگر اب آخری عمر میں اعصاب جواب دے گئے ہیں۔ شاہ صاحب مرحوم کے الفاظ سے اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ موصوف نے ساری عمر کس عذاب میں گزاری۔

اس حکایت مکذوبہ کے متعلق ذکر سے مقصود یہ ہے کہ امام بخاری کو عمداً بدنام کرنے کی سازش کی تھی' اول تو اس کی سند کوئی نہیں بتائی گئی ابو حفص کبیر امام محمد بن حسن کے تلامذہ میں سے

ہیں۔ ان کی وفات ۳۲۱ھ میں ہوئی ہے جب کہ امام سرخسی کی وفات 483ھ میں ہوئی ہے۔ اس طرح دو سو سڑسٹھ سال کا وقفہ دونوں ائمہ کے درمیان موجود ہے۔ نہ معلوم سرخسی نے یہ روایت کس سے سنی اور اس کا کون راوی ہے۔ ایسی بلاسند اور مجہول روایت جس کے راوی ہی نامعلوم ہیں قطعاً" قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے کہ امام بخاری کو اس لئے بخارا سے نکالا گیا کہ انہوں نے کوئی ایسا فتویٰ دیا تھا۔ اصل بات یہ ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بتایا ہے کہ حاکم بخارا خالد اور امام بخاری کے درمیان اس بنا پر رنجش پیدا ہوئی تھی کہ ایک تو امام محمد بن یحییٰ ذہلی نے اس کو خط لکھا جس میں امام بخاریؒ کے خلاف اسے اکسایا گیا تھا۔ دوسری یہ کہ حاکم بخارا نے امام عالی مقام سے کہا کہ وہ اس کے محل میں آ کر کتاب التاریخ اور صحیح بخاری اسے یا اس کے بچوں کو پڑھایا کریں۔ حضرت امام بخاری نے اس حکمنامہ کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا:

لا یسعنی ان اخص بالسماع قوما" دون قوم اخرین---- انی لا اذل العلم ولا احمله الی ابواب السلاطین فان کانت له حاجته الی شئی منه فلیحضرنی فی مجلسی او فی داری فان لم یعجبک هذا فانت سلطان فامنعنی من المجلس لیکون لی عذرا عند الله یوم القیمته انی لا اکتم العلم

میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ آپ کو علیحدگی میں خاص طور پر پڑھاؤں اور اس مجلس سے دوسروں کو محروم رکھوں---- میں علم کو بادشاہوں کے دروازوں پر لے جا کر ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔

اگر آپ کو ضرورت ہے تو میری مسجد میں یا میرے گھر تشریف لے آئیں۔ اگر یہ بات پسند نہ آئے تو آپ وقت کے حکمران ہیں مجھے درس حدیث سے منع کر دیں تاکہ عنداللہ میں معذور قرار پاؤں میں علم کو چھپانا ہرگز نہیں چاہتا۔

یہ جواب سن کر اقتدار کی جبیں پر شکن پڑ گئی کہ ایک "مولوی" کو ایسا جواب دینے کی جرات کیسے ہوئی۔ اس نے وہی کیا جو ہمیشہ ملوکیت و آمریت کرتی چلی آئی ہے۔ درباری اور خوشامدی علماء کو جمع کیا۔ اور امام بخاری کے خلاف امام ذہلی کے ارسال کردہ خط کو استعمال کیا کہ امام بخاری لفظ بالقرآن کو مخلوق قرار دیتے ہیں۔ اس مسئلہ کو اچھالا گیا اور پھر اس کی آڑ میں امام بخاری کو بخارا بدر کر دیا گیا۔ حاکم بخارا خالد بن احمد ذہلی نے چونکہ اپنے تنخواہ دار مولوی کی مدد سے امام بخاریؒ کو ناحق جلاوطن کیا تھا۔ اس پر امام بخاریؒ نے جو مستجاب الدعوات تھے ان کے خلاف بددعا کی کہ اے اللہ اس فعل کا انجام انہیں اور ان کی اولاد کو دکھا دے۔ دعا قبول ہوئی۔ خالد ذہلی کو چند دن بعد ہی معزول کر دیا گیا۔ اور اس کا ایسا عبرتناک انجام ہوا کہ خلق خدا کانپ گئی۔ دوسرے حواریوں کو بھی

جلد ہی ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان تاریخی حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ سرخسی کا قول غلط ہے اور اس جلاوطنی کی وجہ امام بخاری کی غیرت علمی تھی اور درباری مولویوں کی ضمیر فروشی۔

مولانا عبدالحیٔ مرحوم نے اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ امام بخاری جیسے جید محدث اور عالم دین سے ایسے فتویٰ کا صادر ہونا اگرچہ بعید العقل ہے لیکن ایسا ہوا ہے تو یہ آپ کی انسانی غلطی تھی کہ ہر انسان خطا کا پتلا ہے۔ مولانا لکھنوی کی یہ وضاحت بھی محض اشک شوئی کے مترادف ہے انسان بلاشبہ غلطی کا پتلا ہے لیکن غلطی کا بھی ایک معیار ہوتا ہے کیا امام بخاریؒ کو اتنا بھی علم نہ تھا کہ اس طرح تو ساری دنیا میں حرام و حلال نکاح کی تمیز اٹھ جائے گی۔ ایک دودھ دینے والے جانور گائے بکری وغیرہ کا ہر گھر میں دودھ پیا جاتا ہے کیا امام بخاری کو اتنا بھی علم نہ تھا اور ان میں اتنی بھی عقل نہ تھی کہ اس طرح تو ہزاروں' لاکھوں بیویوں کو چشم زدن میں خاوندوں سے رہائی مل جاتی تھی کہ ان میں حرمت رضاعی کا رشتہ قائم ہو گیا ہے۔ اس لئے لکھنوی رحمہ اللہ کی معذرت بھی غیردانش مندانہ ہے کہ یہ معمولی غلطی نہ تھی جسے یہ کہہ کر نظرانداز کر دیا جاتا ہے کہ انسان خطاکار ہے لہٰذا پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسا سرے سے کوئی فتویٰ امام بخاریؒ نے دیا ہی نہیں۔

یہ رپٹ صرف ان کے دوستوں نے تھانے میں درج کرائی ہے کہ اس طرح بخاری کے امیج کو نقصان پہنچایا جا سکے۔ اور اگر کوئی ایسا فتویٰ امام بخاری نے دیا بھی ہے تو اس استفسار کی یہ صورت نہ ہو گی جو مبسوط میں بیان کی گئی ہے۔ یہ عین ممکن ہے کہ ایک خاص سازش کے تحت امام بخاری سے یہ سوال پوچھا گیا کہ اگر کوئی لڑکی یا لڑکا کسی عورت کا دودھ اس طرح پی لیں کہ اس میں زیادہ مقدار بکری یا گائے کے دودھ کی ہو تو کیا حکم اس دودھ کا ہو گا جو زیادہ مقدار میں ہے یا اس دودھ کا جو کم مقدار میں ہے چونکہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف رہا ہے۔ کسی مطعوم یا مشروب میں ملا کر عورت کا دودھ کھلایا یا پلایا جائے تو اس سے حرمت رضاع ثابت ہوتی ہے کہ نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے تین قول ہیں۔ ایک کے مطابق حرمت ثابت ہوتی ہے اور دوسری صورت میں دیکھا جائے گا غالب مقدار کس دودھ کی ہے۔ اگر عورت کا دودھ زیادہ اور غالب مقدار میں ہے تو حرمت ثابت ہو گی ورنہ نہیں۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ معجم فقہ حنبلی میں ہے:

> وللبن المشوب المختلط بغيره من طعام او شراب و نحوه
> كاللبن المحض الخالص في التحريم في قول' وفي قول آخر انه
> لا يحرم وقيل ان كان الغالب اللبن حرم والا فلا ---- الخ

جس دودھ کو کسی کھانے یا کسی مشروب میں ملا کر دیا جائے تو ایک قول کے مطابق اس کا حکم خالص دودھ کے برابر ہے۔ دوسرا قول یہ

> ہے کہ اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر عورت کے دودھ کی مقدار غالب ہے تو حرمت ہوگی ورنہ نہیں۔۔۔۔ الخ

یہ تو اس صورت میں ہے کہ جب کسی عورت کا دودھ کسی دوسرے دودھ دینے والے جانور کے دودھ میں ملایا گیا ہو۔ فقہاء کا اس میں بھی اختلاف ہے کہ اگر دو عورتوں کا دودھ ملا کر پلا دیا جائے تو کیا تو دونوں کی حرمت رضاع ثابت ہوگی اور وہ دونوں رضاعی ماں ہوں گی یا کہ نہیں تاسیس النظر میں علامہ دبوسی فرماتے ہیں کہ

> اگر دو عورتوں کا دودھ ملا دیا جائے ایک کی مقدار ایک رطل اور دوسرے کی مقدار دس رطل ہو اور وہ کسی بچے کو پلا دیا جائے تو امام ابو یوسف فرماتے ہیں صرف وہ عورت رضاعی ماں ہوگی جس کا دودھ دس رطل ہے دوسری نہیں ہوگی جب کہ امام محمد فرماتے ہیں کہ دونوں رضاعی مائیں ہوں گی اور حرمت ثابت ہوگی۔۔۔۔ الخ

اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ یہ مسائل فقہاء میں زیر غور آتے رہے ہیں۔ لہٰذا امام بخاریؒ کے معاندین نے بھی ایسا ہی سوال کیا ہو گا کہ اگر کسی بکری یا گائے کے دودھ میں عورت کا دودھ ملا دیا تو حرمت ثابت ہوگی یا نہیں۔ ان لوگوں نے سوچا کہ اگر امام بخاریؒ عدم حرمت کا فتویٰ دیں گے تو کہا جائے گا کہ بخاری حرمت رضاع کا قائل نہیں اور اگر حرمت کا فتویٰ دیں گے تو بھی پروپیگنڈے کا ایک ہتھیار ہاتھ آ جائے گا کہ بخاریؒ بکری اور گائے کے دودھ پینے سے بھی حرمت رضاع کا فتویٰ دیتا ہے اور عوام ان باریکیوں میں کب جاتے ہیں کہ سوال کی اصل صورت کیا تھی۔ یہ پرانا طریقہ واردات ہے جو ہمیشہ علماء سوء نے علماء حق کو بدنام کرنے کے لئے اختیار کیا ہے۔ اور اس سازش کا شکار امام بخاری ہوئے ہوں گے۔ واللہ اعلم بالصواب (جاری ہے)

احباب جماعت کے لئے خوش خبری

اگر آپ اپنے مقالہ جات' پمفلٹ' کتب وغیرہ اعلیٰ معیار پر چھاپنا چاہتے ہیں تو معیاری اردو کمپیوٹر کمپوزنگ کے لئے ہم سے رابطہ فرمائیں

مکتبہ قدوسیہ' غزنی سٹریٹ' اردو بازار لاہور